ہفت روزہ
صدائے پاکستان انٹرنیشنل
WEEKLY
SADA-E-PAKISTAN
International
اسلام آباد، نیویارک، واشنگٹن، شکاگو، میامی، ہیوسٹن
پبلشر: احسن چغتائی
Ph: 718-859-1847, Fax: 718-859-1428
E-mail: sadaepakis@aol.com
Issue No. 01 Vol.07 | Jan 05 - Jan 11, 2006 | Subscription Rate $3:00

Special Edition ********* اشاعت خاص

جاگیردارانہ نظام کی موجودگی میں جمہوریت کی بات خود کو دھوکہ دینے والی بات ہے

جمہوریت خاندان کی نہیں عوام کی نمائندگی کا نام ہے

پاکستان کی دونوں بڑی جماعتیں مارشل لاء کی گود سے پیدا ہوئیں

پاکستان میں اسٹیبلشمنٹ، جاگیردار اور ملا پہ مشتمل ٹرائیک کی حکومت ہے

امریکہ پاکستان میں جمہوری قوتوں کو سپورٹ کرے

متحدہ قومی موومنٹ نارتھ امریکہ کے کیئر ٹیکر و سابق رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی سے خصوصی انٹرویو

ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی سابق حق پرست رکن قومی اسمبلی اور چیئرمین آل پاکستان مہاجر اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن رہے ہیں۔ آجکل امریکہ میں مقیم ہیں اور ان کے پاس متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) نارتھ امریکہ کے کیئر ٹیکر کی ذمہ داری ہے۔ ملک و قوم کے معاملات اور سیاسی امور پر گہری فکر اور سوچ رکھتے ہیں۔

ہفت روزہ صدائے پاکستان نے ان سے اہم قومی و سیاسی امور پر تفصیلاً بات چیت کی جو قارئین کی نذر ہے

انٹرویو: طارق صدیقی
(ہیومن رائٹس ایکٹوسٹ و نمائندہ خصوصی صدائے پاکستان)

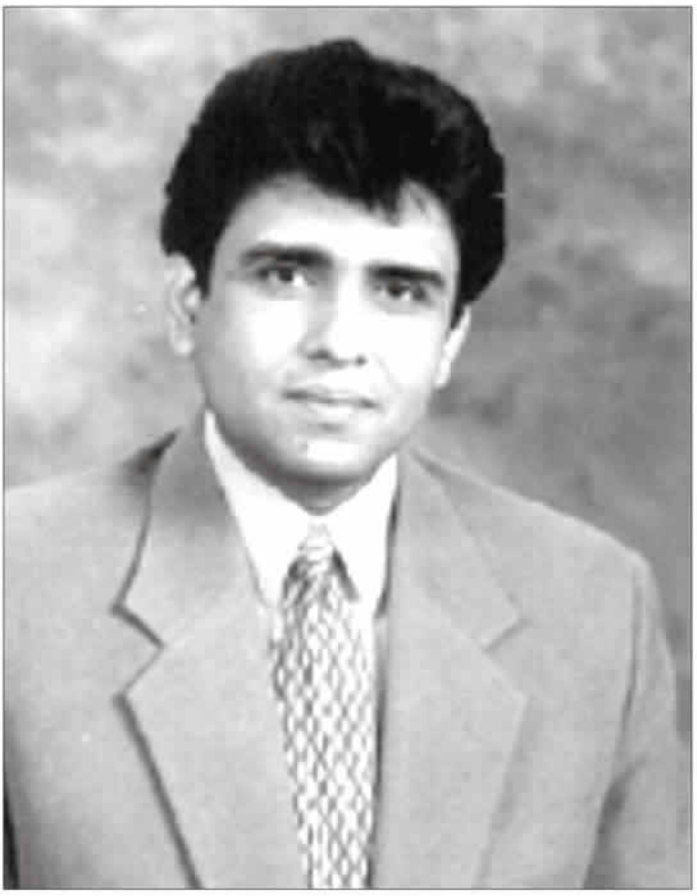

طارق صدیقی: آپکی نظر میں پاکستان کی سیاست عوامی قدریں پوری کر رہی ہے یا نہیں اگر نہیں تو اسکی کیا وجوہات ہیں......؟

خالد مقبول صدیقی: بنیادی طور پر ہم دھوکے کا شکار ہو گئے۔ اگر ہم پورے پس منظر کو سامنے رکھیں، جس ملک میں جاگیردارانہ نظام ہو وہاں پر دوسرے نظام کی بات کرنا، اپنے آپ کو دھوکہ دینا کے مترادف ہے۔ جس ملک میں جاگیردارانہ نظام ہو اور آپ وہاں جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو اپنے آپکو دھوکہ دے رہے ہیں۔ جس ملک میں جاگیردارانہ نظام ہو اور آپ سمجھتے ہیں کہ تعلیمی معیار بہتر ہوگا یا تعلیم فروغ پائے گی تو سمجھیں کہ آپ اپنے آپکو دھوکہ دے رہے ہیں۔ جاگیردارانہ نظام ہو اور یہ توقع کرنا کہ ایسی ترقی ہوگی کہ جس سے عام آدمی کو فائدہ ہوگا تو یہ بھی خود کو فریب میں مبتلا کرنے والی بات ہے۔ جب ایسے دھوکے کی حالت میں رہ کر ہم کسی بھی سیاسی نظام یا سیاسی کلچر کو تشکیل دینے کی بات کرتے ہیں تو ہم جھوٹی دنیا میں رہ رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں جو جمہوریت ہے اسکی کوئی بنیاد نہیں ہے، بس ایک ہوا میں ساری باتیں ہیں۔

آپ کا سوال تھا عوامی قدریں پوری کر رہی ہے کہ نہیں۔ جس کلچر میں عوام ہی کی کوئی قدر نہ ہو تو اقتدار کی کیا باتیں کریںگے۔

طارق صدیقی: آپکے اس جواب سے ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر عوامی قدریں کب پوری ہوںگی.....؟

خالد مقبول صدیقی: اسکا تفصیلاً جواب یہ کہ پاکستان میں اس وقت دو بڑی سیاسی جماعتیں ہیں ایک مسلم لیگ اور دوسری پی پی پی۔ مسلم لیگ کی بھی آگے شاخ در شاخیں ہیں۔ بہرحال مسلم لیگ کسی نہ کسی نام کے ساتھ موجود ہے۔ دوسری ہے پیپلز پارٹی، اب انکا ہمیں پس منظر دیکھنا ہے کہ یہ کتنی عوامی سیاسی جماعتیں ہیں کتنی عوامی اقتدار کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور یہ سیاسی جماعتیں ہیں بھی کہ نہیں۔ مسلم لیگ جو کہ مختلف شکلیں بدلتے بدلتے اب مسلم لیگ (ق) کہلاتی ہے۔ کل یہ مسلم لیگ (ن) تھی، ق، ن، کی ہی شاخ ہے۔ یہ بنیادی طور پر وہ مسلم لیگ ہے جو 1985,1984 کے ہونے والے غیر جماعتی الیکشن کی بنیاد پر معرض وجود میں آنیوالی اسمبلیوں میں تشکیل دی گئی تھی۔ اب سوچئے کس قدر سیاسی مذاق ہے کہ ایک الیکشن تو ہوا غیر جماعتی بنیاد پر، کوئی سیاسی پیغام کوئی سیاسی منشور پیش نہیں کیا گیا۔ ہو ان الیکشن میں ایک فرد کھڑا ہوا اور اپنی بنیاد پر اس نے ووٹ حاصل کئے۔ اس اسمبلی سے جو مسلم لیگ پیدا ہوتی ہے یا وجود میں لائی گئی ہے۔ وہ کس طرح کی عوامی جماعت ہو سکتی ہے؟ اور پھر اس کے لیڈران جو پیدا ہوئے خود میاں نواز شریف صاحب وہ کوئی سیاسی جماعت کے ورکر تو نہ تھے۔ کسی سیاسی جماعت میں شامل ہونے سے پہلے وہ مارشل لا کی فوجی حکومت میں شامل کور کمانڈر جنرل جیلانی کی نظر کرم سے حکومت میں آئے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ پیداوار ہی مارشل لاء کے تھے۔ انکا سارا قد و قامت مارشل لاء اور فوجی حکمرانوں، فوجی خاندانوں، جی ایچ کیو کے مرہون منت تھا۔

اب آتے ہیں پیپلز پارٹی کی طرف۔ کیا بھٹو صاحب بھی کسی جماعت کے ورکر تھے؟ نہیں بھٹو صاحب ایک جاگیردار خاندان کے فرزند تھے، باہر سے تعلیم حاصل کر کے آئے اور آتے ہو ایوب خان کے مارشل لاء میں براہ راست وزیر بنے۔ "ڈائریکٹ انٹری" ہوتی ہے انکی ساری سیاسی شخصیت اور سیاسی شہرت قد و قامت مارشل لاء دور کی ہے۔ دونوں حضرات کی مثال میں اس طرح دوںگا کہ وہ فوجی ڈکٹیٹروں کے بہت قریب رہے۔ بھٹو، فیلڈ مارشل ایوب خان کو اپنا ڈیڈی کہتے تھے۔ اس حد تک آپ سب کو پتہ ہوگا۔ جس وقت پاکستان کے اندر تمام سیاسی قوتیں مل کر بانی پاکستان حضرت قائداعظم کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کو سپورٹ کر رہی تھیں، اس وقت بھٹو صاحب، ایوب خان کی سیاسی الیکشن مہم کے انچارج تھے اور اس دھاندلی میں سارا دماغ بھٹو صاحب کا استعمال ہوا تھا۔ ہم اپنے آپکو کس طرح کس طرح دھوکہ دے سکتے ہیں کہ یہ کہیں کہ پیپلز پارٹی عوامی سیاسی جماعت ہے۔ ہاں بھٹو صاحب مقبول عوامی رہنما بنے لیکن عوام میں سے نہیں آئے۔ جہاں تک میاں نواز شریف کی بات ہے تو انہیں جنرل ضیاء الحق نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ پاکستان کی جو دو بڑی سیاسی جماعتیں ہیں، وہ مارشل لاء کے ہی گود میں پیدا ہوئیں۔ انکی سیاسی تربیت اسی دور میں ہوئی ہے۔ پاکستان میں تو ابھی تک صحیح سیاسی جماعتوں کو پنپنے ہی نہیں دیا گیا ہے۔ عوام میں سے جو کوئی بھی آیا اسکو مارا گیا۔ اسکے خلاف آپریشن کیا گیا جو بچ جاتے ہیں، ایم کیو ایم کی طرح، وہ باقی رہ جاتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے لوئر مڈل کلاس اور مڈل کلاس سے نکل کر صحیح بنیاد پر سیاست کرنے کی کوشش کی اور وہ نہیں کر سکے۔ مجھے اندازہ ہے کہ میرا جواب بہت طویل ہو گیا ہے لیکن آپ نے ایسے موضوع پہ بات چھیڑی کہ جسے مختصر بیان کرنا ممکن نہ تھا۔

ہندوستان میں آج تک کسی بھی شکل میں جمہوریت اسلئے ہے کہ وہاں سب سے پہلے جاگیردارانہ نظام کو ختم کیا گیا تھا۔ ہم دنیا کے ان ایک یا دو بدنصیب ملکوں میں ہیں کہ جو اٹھارویں صدی کے اس "آؤٹ آف ڈیٹ" نظام کے ساتھ ابھی تک چل رہے ہیں۔ ہم اس نظام کے ساتھ اکیسویں صدی کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتے اور اسکے ساتھ ہی یہ نظام عوامی اقتدار کی بھی پورا نہیں کر سکتا۔

طارق صدیقی: کیا پاکستان کی سیاست میں لیڈر شپ کا فقدان ہے کہ جو بار بار وہی چہرے جمہوریت کی عکاسی کرتے ہیں.....؟

خالد مقبول صدیقی: پاکستان میں کوئی سیاسی جماعت بننے ہی نہیں دی گئی۔ پاکستان میں اسٹیبلشمنٹ کو پورے ملک پر قبضہ کرنے کے لیے دو چیزوں سے خطرہ تھا۔ ایک بنگال کی Quantity سے (تعداد سے) اور دوسرا ہندوستان سے ہجرت کرنے والوں کی Quality سے۔ اس صورتحال کے پیش نظر اسٹیبلشمنٹ نے سوچا کہ اگر ایسا ہی رہا تو نظام آگے کی طرف بڑھے گا اور جمہوریت پھلے پھولے گی اور اس بات کا خطرہ تھا کہ جمہوریت بھی اسکے دروازے پر آ کر کھڑی ہو جائیگی اور جب جمہوریت آ کھڑی ہوگی پاکستان کا اقتدار پاکستان کے اکثریتی صوبے بنگال کی طرف منتقل ہو جائیگا تو انہوں نے اسکو جڑ سے ہی الگ کر دیا اور یہ کام اس قدر بے دردی سے کیا کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ بنگال کی Quantity کو اپنے سے جدا کیا اور سمجھ لیا کہ اب باقی ماندہ پاکستان میں ان کو اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ ان لوگوں کی Quality سے جو ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے ہیں۔ اس معیار کو ختم کرنے کے لیے، جن لوگوں نے پاکستان میں آ کر بینک، ادارے، تعلیمی ادارے کارخانے قائم کئے، ٹرانسپورٹ کا نظام بہتر کیا، جنہوں نے بے پناہ تعلیمی ادارے بنائے، نیچرلائزیشن کے نام پر وہ ساری چیزیں، ان سے چھین لی گئیں اور پھر ان چیزوں کو "پرائیویٹائزیشن" اور "ڈی نیشنلائزیشن" کے نام پر اسٹیبلشمنٹ نے اپنے پیاروں کے حوالے کر دیا۔ مذکورہ دو خطرات کو دور کرنے کے بعد اسٹیبلشمنٹ یہ سمجھتی ہے کہ وہ کامیاب ہو گئی ہے لیکن اسکو یہ اندازہ نہیں ہے کہ جس شاخ پر بیٹھی ہے، اسے کاٹ رہی ہے۔ جب یہ ملک ہی نہیں بچے گا تو اسٹیبلشمنٹ کا اقتدار کہاں سے بچے گا۔

طارق صدیقی: ایک طرف تو آپ نظام کی تبدیلی کی بات کرتے ہیں تو کیا آپ نوجوان قیادت کے حق میں ہیں؟

خالد مقبول صدیقی: نوجوان قیادت کا فلسفہ "ایم کیو ایم" نے ہی پیش کیا ہے۔ 1990 کی جو اسمبلی تھی تو میں اس وقت پاکستان کی تاریخ کا سب سے کم عمر ممبر اسمبلی تھا۔ ایک بڑی تعداد اس زمانے میں نوجوان "ایم کیو ایم" کی اسمبلیوں میں پہنچی تھی۔ اس وقت ایک بحث چھڑی تھی کہ ارکان اسمبلی بالکل ہی جواں سال ہیں تو میں نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے جواب دیا تھا کہ اسمبلی میں اگر پیر علی گوہر شاہ بیٹھے ہیں تو اپنی وجہ سے نہیں بلکہ پیر پگارا کی سیاسی خاندان کی نمائندگی کر رہے ہیں، بے نظیر بھٹو بیٹھی ہیں تو بھٹو صاحب کی وجہ سے بیٹھی ہیں اور اگر آصف زرداری ہیں تو بے نظیر سے رشتہ داری کے سبب یہاں ہیں۔ اگر مرتضیٰ جتوئی بیٹھے ہیں تو جتوئی خاندان کی نمائندگی کر رہے ہیں، اسی طرح آپ نظر دوڑاتے جائیں اور کہتے جائیں ہم ایک نوجوان قیادت تو یہ ہے جو کہ اپنے خاندان کی نمائندگی کر رہی ہے۔ جمہوریت خاندان کی نمائندگی کا نام نہیں۔ کسی بھی تعلیم یافتہ مہذب ملک میں سیاست میں آپ اپنے اصولوں، کردار اور نظریات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ خاندانوں کی نمائندگی نہیں ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں موروثی سیاست ہے جو کہ جاگیردارانہ نظام کی شاخ ہے اور آپ جس نوجوان قیادت کا ذکر کر رہے ہیں، جس سے یہ ملک خوفزدہ ہے وہ تو مڈل کلاس سے نکل کر آتے ہیں اور عوام نے ان کو منتخب کر کے اعلیٰ ایوانوں تک پہنچایا اور اہم منصب پر پہنچنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ اس نوجوان قیادت سے عوام کو تو خطرہ نہیں ہو سکتا ہے ہاں نظام کو خطرہ ہو سکتا ہے کیونکہ پاکستان میں جو نظام مسلط ہے کہ عوام دشمن نظام ہے۔

طارق صدیقی: کیا درسگاہوں میں سیاسی کلچر آنے سے 90% طلباء 10% طلباء کے استحصال کا شکار ہو رہے ہیں؟

خالد مقبول صدیقی: ہمیں پہلے یہ سمجھنا ہے کہ سیاست کیا ہے؟ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سیاست عوام دشمنی پر مبنی کوئی حکمت عملی ہے تو جہاں بھی وہ موجود رہے گی نقصان پہنچائے گی، چاہے وہ تعلیمی اداروں میں ہو یا کارخانوں میں۔ اگر سیاست سے آپکی مراد عوامی شعور کو جگانے کی کوئی کوشش ہے تو پھر وہ جہاں ہوگی شعور ہی پھیلائے گی۔ اب تعلیمی اداروں کے طلباء جب عملی میدان میں آئیںگے اور ملک کی قسمت سنواریںگے تو کسی انگوٹھا چھاپ آدمی کو شاید رکن اسمبلی نہیں بننا چاہیے جو کسی تعلیمی ادارے میں پڑھ رہا ہو، چاہے وہ ڈاکٹر، انجینئر یا وکیل بن رہا ہو تو وہ اپنے معاشرے سے کٹ کر نہیں رہ سکتا ہے، وہ سب سے باشعور طبقہ ہوتا ہے جو تعلیم حاصل کر رہا ہو۔ اپنے آس پاس ہونے والی ناانصافیوں کو وہ محسوس کرتا ہے اور اسکا اظہار کرتا ہو تو اسکو سیاست کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ایک مثبت عمل ہے۔ اگر تعلیمی اداروں میں جاگیرداروں اور دوسری بڑی سیاسی جماعتوں کی کوئی بغل بچہ جماعتیں وہاں موجود ہوںگی تو وہ تو گندی سیاست ہی پھیلا رہی ہوںگی۔ بعض صورتوں میں ایسا ضرور ہوا کہ طاقت کی بنیاد پر موجود تسلط کو باشعور نوجوانوں نے توڑنے کی کوشش کی تو تصادم پیدا ہوا۔ باشعور قومیں یہ دیکھتی ہیں کہ یہ تصادم جدوجہد کا نتیجہ ہے یا کسی ذاتی لڑائی جھگڑے کا تو نہیں ان دونوں چیزوں کو الگ الگ کر کے دیکھنا چاہیے۔

کراچی کے تعلیمی ادارے ایک زمانے میں یرغمال تھے۔ جب کراچی میں شعور پھیلا اور باشعور نوجوانوں نے یرغمال تعلیمی اداروں کو آزاد کرانے کے لئے کوشش کیں تو تشدد ہوا اور جب تشدد کے خلاف مزاحمت کی گئی تو اسکو دہشت گردی کہا گیا۔

طارق صدیقی: کیا ہماری درسگاہوں کو سیاست سے پاک کرنے کی ضرورت ہے؟

خالد مقبول صدیقی: سیاست کو اگر آپ شعور کے علاوہ کوئی اور چیز سمجھتے ہیں تو ضرورت ہے اور اگر سیاست عوام کی خواہشات، ضروریات اور مسائل کی عکاسی کرنے کا نام ہے تو تعلیمی اداروں کو معاشرے سے کاٹ کر نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ خود اپنے لوگوں کے بارے میں جاننا بہت بڑا ظلم ہے۔

طارق صدیقی: پاکستان میں جمہوریت کامیاب کیوں نہیں ہوتی ہے۔ کوئی بھی حکومت اپنی مدت پوری کیوں نہیں کرتی؟

خالد مقبول صدیقی: اسکی وجہ ہی ہے کہ پاکستان میں جمہوریت نہیں بلکہ جاگیردارانہ نظام ہے۔ جہاں پر چند ایم کیو ایم جیسی سیاسی تنظیمیں اس لئے ہیں کہ پاکستان کے اندر کراچی اور سندھ کے شہری علاقوں میں وہ لوگ آ کر بسے جو جاگیردارانہ نظام کے زیر تسلط نہیں تھے اور نہیں ہیں۔ جب ان لوگوں کو زیر تسلط لانے کی کوششیں کیں تو ان لوگوں نے مزاحمت کی اور اس مزاحمت نے انکو جو شعور دیا ہے۔ وہ پورے پاکستان کے لئے امید کی کرن ہے اور اسلئے ایم کیو ایم ان لوگوں کو پسند نہیں ہے جو بار بار جمہوری حکومتوں کو تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ جمہوری حکومتیں کمزور اس لئے ہیں کہ انہی کی مدد سے پیدا ہوتی ہیں جو انہیں ہٹاتے ہیں۔

طارق صدیقی: ماضی کی حکومتوں میں فوج کو شہروں میں قصبوں میں کیوں بلایا جاتا تھا۔ عوام اس سے کیا نتیجہ اخذ کریں؟

خالد مقبول صدیقی: میں سمجھتا ہوں کہ عوام کو شعور دینے کی ضرورت ہے۔ کسی سیاسی جماعت کی یہ جرات نہیں ہے کہ فوج کو بلائے۔ وہ تو خود فوج سے احکامات لیتی ہیں انہیں حکم دیتی نہیں۔ یہ تاثر بھی "اسٹیبلشمنٹ" کی پیداوار ہے۔ سیاسی جماعتیں خود تنخواہ دار ملازم ہیں۔ "اسٹیبلشمنٹ" یا فوج کو وہ کس طرح حکم دے سکتی ہیں؟ اور ضروری ہے کہ ہم سب اپنے اوپر سے مفادات اور منافقت کا لبادہ اتار دیں تو پھر چیزیں بڑی واضح نظر آئیںگی۔ "اسٹیبلشمنٹ" نے پاکستان کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ "اسٹیبلشمنٹ" ایک ٹرائیکا ہے جو جاگیرداروں، فوج اور ملا پر مشتمل ہے۔ اسی ٹرائیکا نے پورے پاکستان کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔

طارق صدیقی: کیا آپ اس پر اتفاق کریںگے کہ ہر پارٹی اپنا احتساب کرے؟

خالد مقبول صدیقی: پارٹیوں کا احتساب عوام خود کرتی ہے اور اگر خالص جمہوریت ہے تو ہر الیکشن سیاسی جماعتوں کا احتساب کرتا ہے۔ جہاں پر پہلے سے فیصلے تیار ہوں، وہاں کس کو احتساب کا ڈر ہوگا؟ اب آپ اس بات پر غور کریں کہ جب ایک ملک کا حکمران ہوتا ہے اور اپوزیشن اس حکمران پر کرپشن کے بڑے بڑے الزامات لگاتی ہے اور پھر اسکی جگہ خود آ جاتی ہے تو ان الزامات پر وہ شدت نہیں رہتی جو وہ لگاتی رہی ہے۔ ان الزامات پر وہ شدت نہیں رہتی جو پہلے رہی کبھی بھی ہٹنے والے حکمران کو سزا نہیں ہوتی کیونکہ سیاسی ٹولہ عدالتوں کو مضبوط ہونے نہیں دیتا انکو یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں کل انکی بھی باری نہ آ جائے۔

جب لندن پر جرمن طیارے بمباری کر رہے تھے دوسری جنگ عظیم کے وقت تو چرچل سے پوچھا گیا کہ کیا برطانیہ کو کوئی خطرہ ہے تو اس نے جواب دیا کہ مجھے نہیں لگتا کہ برطانیہ کو کوئی خطرہ ہے کیونکہ برطانیہ میں عدالتیں آزاد ہیں۔ ایسے وقت میں جب ملک پر بمباری ہو رہی تھی جب سرحدوں پر یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ جرمن فوجیں کسی بھی وقت برطانیہ پر قبضہ کر سکتی ہیں وہ ملک جو جمہوریت کی علامت ہے۔ وہاں کا جمہوری مزاج رکھنے والا وزیراعظم چرچل کا یہ پوری دنیا کے لیے پیغام ہے کہ برطانیہ کا عدالتی نظام آزاد ہے۔ اسی لیے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

طارق صدیقی: بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی موجودہ صورتحال کیا پہلے سے بہتر ہے..... آپ اور آپکی پارٹی متفق ہے.....؟؟

خالد مقبول صدیقی: پہلی بات تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ کیا ہمیں بڑی طاقتوں کی خواہشات کو ایسے عزت افزائی سمجھنا چاہئے۔ عالمی برادری میں اگر پاکستان کا تشخص بہتر ہو رہا ہے تو اسکی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کچھ تھوڑی پالیسیوں میں تسلسل آیا ہے لیکن کیونکہ مکمل جمہوریت نہیں ہے اسی لیے اس طرح کی عزت نہیں ملے گی جیسی آپ چاہتے ہیں۔ جہاں تک معاملہ ہے کہ پاکستان نے دہشت گردی کی عالمی جنگ میں ساتھ دیا ہے، عالمی برادری کا اس سے پاکستان کی عزت میں ضرور فرق آیا ہے لیکن یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس سے پہلے پاکستانی کی حیثیت سے کہ اس سے پہلے ایسا کیوں نہیں تھا۔ جو لوگ آج دہشت گرد قرار دیے جا رہے ہیں، جن کے خلاف آج ہم عالمی برادری کا ساتھ دے رہے ہیں کل ہم ان کی پشت پناہی کن بنیادوں پر کر رہے تھے؟ ان سوالات کے جوابات تلاش کرنے چاہیں۔ اگر نہیں کئے گئے تو جو عزت آج ہمیں ملی ہے کل آپ سے واپس لی جا سکتی ہے۔

طارق صدیقی: کیا پاکستان میں دو پارٹی نظام ملکی ضرورتوں کو پورا کرے گا؟

خالد مقبول صدیقی: دو پارٹی نظام کسی ملک میں رائج نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سسٹم کے تحت ہوتا ہے جب عوام شعوری طور پر آگے بڑھتے ہیں اور عوامی دباؤ کی وجہ سے سیاسی جماعتیں اپنے اندر بہتری لا رہی ہوتی ہیں تو آخر وقت میں چند ہی جماعتیں بچتی ہیں تو یہ ایک عمل ہے اور یہ عمل اس وقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک اصلی سیاست نہیں ہوگی۔ پاکستان دو پارٹی نظام کی طرف نہیں بڑھ رہا بلکہ پاکستان کسی نظام کی طرف نہیں بڑھ رہا ہے کیونکہ پاکستان میں پہلے سے ہی جاگیردارانہ نظام رائج ہے۔

طارق صدیقی: صدر اور آرمی چیف کے عہدے ایک شخص کے پاس ہو تو کیا صدر زیادہ طاقتور ہوگا؟

خالد مقبول صدیقی: یہ صورت حال اس صورت حال سے بہتر ہے کہ ایک شخص عوامی صدر کہلائے لیکن وہ فوج سے ڈرتا ہو اور اس سے زیادہ بہتر ہے کہ فوج پیچھے سے بیٹھ کر حکومت چلائے خود سامنے آ کر حکومت چلائے اور پھر اپنے ہر اچھے برے کام کی خود جوابدہ ہو لیکن دنیا کی کسی بھی تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ ملک ہی فوج کی حکمرانی نہیں ہے۔

طارق صدیقی: امریکہ میں صدر اور آرمی چیف کا عہدہ ایک ہی شخص کے پاس ہوتا ہے۔

خالد مقبول صدیقی: پاکستان کے اندر صدر سپریم کمانڈر ہوتا ہے لیکن اس کو مانا نہیں جاتا۔ آئین میں تو پاکستان میں بھی ہے۔ امریکہ میں آئین کی پاسداری ہے جبکہ ہمارے ہاں طاقت کی حکمرانی ہے۔ جتنے بھی صدر رہے ہیں فوجی حکمران نہ بھی ہوں تو سپریم کمانڈر وہی تھے۔ فوج کے کمانڈر انچیف نے اپنے سپریم کمانڈر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا بھائی ہٹو استعفیٰ لکھو، وہاں آئین کی پاسداری تھوڑی ہے، طاقت کی حکمرانی ہے تو ہم کسی اور ملک کی اپنے ملک سے برابری نہ کریں۔

طارق صدیقی: امریکہ کا صدر دونوں عہدے رکھ کر اپنے عوام کو مطمئن کر سکتا ہے تو پاکستان کا صدر کیوں نہیں.........؟

خالد مقبول صدیقی: پاکستان میں اگر آئین کی بالادستی ہو تو وہ صدر طاقتور ہوگا کیونکہ پاکستان میں طاقت کی حکمرانی ہے۔ اسلئے صدر کے پاس دو عہدے ہیں۔ اب صدر کے پاس وزیراعظم کا بھی عہدہ دیدیا جائے تاکہ اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہ بچے۔

طارق صدیقی: پارٹی جب اقتدار میں ہوتی ہے تو حزب اختلاف فوراً تنقید شروع کرتی ہے، اسکی کیا وجہ ہے؟ جبکہ حزب اختلاف کو حکومت کے ہاتھ مضبوط کرنے چاہیں.....؟

خالد مقبول صدیقی: دنیا بھر میں اپوزیشن پارٹی حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرنے کے لئے ہی بنائی جاتی ہے لیکن قومی مفادات پر وہ بھی کوئی سمجھوتہ نہیں کرتی جبکہ ہمارے ہاں اقتدار کی خواہش قومی مفادات کو نقصان پہنچاتی ہے۔ ہمارے ہاں تو کوئی سیاسی کلچر موجود نہیں ہے۔ تنقید تو کسی بھی جمہوری نظام کا بہت بڑا نشتر ہوتی ہے جسکے ذریعے آپ اس نظام میں موجود خرابی اور بیماری کو دور کر سکتے ہیں لیکن اسکے لئے شرط یہ ہے کہ نشتر میں دوا ہونی چاہیے، زہر نہیں۔ ہمارے ہاں برداشت کا کوئی کلچر نہیں ہے۔ اسلئے تنقید چاہے کتنی بھی تعمیری کیوں نہ ہو اسکو ذاتی دشمنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف جو لوگ تنقید کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں وہ کبھی بھی قومی مفادات کو سامنے رکھ کر تنقید نہیں کرتے بلکہ انکی تنقید برائے تنقید ہوتی ہے جس کا مقصد صرف حکومت کو بدنام کرنا ہوتا ہے۔

طارق صدیقی: امریکہ میں مقیم پاکستانی کیونٹی 9\11 کے بعد خوف کا شکار رہی ہے۔ اس سلسلے میں آپکی پارٹی کیا کردار ادا کر رہی ہے؟

خالد مقبول صدیقی: 9\11 کے واقعہ نے یہاں کی صورت حال کو تبدیل کر دیا ہے۔ اسکے بعد پاکستانی کیونٹی خوف کا شکار ہے۔ ابھی ایک جانب تو وہ لوگ ہیں جنکی موجودگی یہاں غیر قانونی ہے تو ان میں عدم تحفظ کا احساس تو قدرتی امر ہے۔ 9\11 کے بعد ایم کیو ایم نے یہاں کے جو حکمران ہیں، جو پالیسی ساز ادارے ہیں، وہاں جا کر بات کی ہے۔ اپنی گزارشات سامنے رکھی ہے، پاکستانی عوام کا صحیح امیج بتانے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کی اکثریت اعتدال پسند ہے، وہ مذہبی انتہا پسندوں پر مشتمل نہیں ہے۔ ان تمام پالیسی ساز اداروں کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ان کو یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جسکی وجہ سے ایک چھوٹی سی اکثریت نے پورے پاکستانی عوام کے تشخص کو مجروح کر کے رکھا ہے۔ وہ کس طرح اپنی اجارہ داری قائم کر رہی ہے۔ جب تک ہم برائی اور خرابی کی جڑ تک نہیں پہنچیں گے، یہ ساری باتیں ہوا میں کی جانے والی باتیں ہیں۔

طارق صدیقی: بنیاد پرستی کس کے ماتحت ہو رہی ہے.....؟

خالد مقبول صدیقی: جیسا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ پاکستان میں ایک ٹرائیکا ہے جو کہ حکمرانی کر رہا ہے، جس میں Establisment یا فوج جاگیردار اور ملا، یہ تینوں موجود ہیں۔ پاکستان میں جاگیردارانہ نظام کس بھی طرح سے نظام تعلیم کو فروغ نہیں دینا چاہتا۔ تعلیم اس کے لئے "زہر قاتل" ہے۔ اسلئے جب جہالت عام ہو تو مذہبی جنونیت خود ہی پروان چڑھتی ہے۔ پورے اسلام کا تشخص خراب ہو رہا ہے۔ اس جہالت نے جو جاگیردارانہ نظام کے طفیل ہمارے ملک میں ہے، ایک طرف بے روزگاری غربت پیدا کی ہے، دوسری جہالت خود بڑی لعنت ہے۔ غربت بے روزگاری اور جہالت کے خمیر سے ہی مذہبی انتہا پسندی پیدا ہوتی ہے اور یہ تینوں چیزیں ہمارے ملک میں جاگیردارانہ نظام کی وجہ سے ہیں۔ جاگیردارانہ نظام میں ملک کا کوئی ایک حکمران نہیں ہوتا بلکہ ملک چھوٹے چھوٹے حکمرانوں میں بٹا ہوا ہے۔

طارق صدیقی: اسکا مطلب یہ ہوا کہ جاگیردارانہ نظام ہی بنیاد پرستی کی وجہ ہے۔

خالد مقبول صدیقی: ایک مذہبی بنیاد پرستی دوسری سماجی بنیاد پرستی ہے۔ سماجی بنیاد پرستی میں Fudalisam ہے۔

طارق صدیقی: یہ Fudalisam کیا ہے۔

خالد مقبول صدیقی: جس کے پاس جاگیر ہے اس پوری جاگیر میں اسکا قانون چلے گا۔ اسکے مزارعے، وہ اسکے ملازم نہیں بلکہ اسکے غلام ہوتے ہیں بلکہ اسکے گھر والے بھی غلام ہوتے ہیں۔

پاکستان میں خاندان کے خاندان ایک جاگیردار دوسرے جاگیردار کو بیچ دیتا ہے۔ اسکی آنیوالی اولادیں بھی بک جاتی ہیں پاکستان میں بھٹہ کے ملازمین اکیلے نہیں بکتے بلکہ پورے خاندان کے خاندان بیچے جاتے ہیں۔ اگر اسکی بیٹی بھٹی پر کام نہیں کر سکتی تو جاگیردار کے گھر کی ملازم بن جاتی ہے۔ انکی دو طرح کی خواہشات پوری کرنے کے لیے اور وہاں ملا اس جاگیردار کے ظلم و ستم کو برداشت کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور اس میں اسلامی فرمودات کو جوڑنے توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

طارق صدیقی: امریکہ کو اپنی خارجہ پالیسی پاکستان کے لیے کس طرح مرتب کرنی چاہیے؟ پاکستان امریکن اس سلسلے میں کیا نصیحت دے سکتے ہیں؟

خالد مقبول صدیقی: ہر جمہوری ملک اپنے عوام کے رائے کو سامنے رکھتا ہے۔ اگر آج پاکستانی عوام کو یہ شکایت ہے کہ پاکستان نے جس طرح امریکہ کا ساتھ دیا لیکن امریکہ نے اس طرح پاکستان کا ساتھ نہیں دیا۔

امریکہ کی ترقی کا راز شخصی آزادی، تعلیم، لکھنے پڑھنے بولنے کی آزادی ہے۔ امریکہ کو چاہیے کہ پاکستان میں صحیح جمہوریت پہ یقین رکھنے والی جو سیاسی قوتیں، چاہے وہ کتنی بھی کمزور یا چھوٹی کیوں نہ ہو، ان کی حمایت کرے۔ امریکہ اور اسکے عوام پاکستان جیسے تمام پس ماندہ ملکوں میں صحیح جمہوریت پروان چڑھائے۔ جمہوریت میں از خود عوام کی تربیت کرتی ہے۔ جب تربیت یافتہ عوام ہونگے تو وہ انتہا پسندوں کا شکار نہیں ہونگے

طارق صدیقی: آخری سوال صدر مشرف نے امریکہ کا ساتھ دے کر پاکستان کو فائدہ پہنچایا یا کہ نقصان.....؟

خالد مقبول صدیقی: میرا خیال جب پرویز صاحب نے عالمی برادری کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس وقت انکے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ جب دوسرا راستہ نہ ہو تو وہی راستہ فائدہ مند ہوتا ہے اور کہلاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں صدر مشرف نے اس وقت کوئی جذباتی فیصلہ کرنے کے بجائے پاکستان کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیا۔

طارق صدیقی: آپکی ذاتی زندگی کے بارے میں کچھ سوالات آپ پروفیشنل ڈاکٹر کی ڈگری رکھتے ہیں۔ کیا مستقبل میں پریکٹس کا ارادہ رکھتے ہیں جبکہ آپ اب امریکہ میں موجود ہیں۔

خالد مقبول صدیقی: جیسا کہ آپکو پتہ ہو میں ارادتاً امریکہ نہیں آیا تھا۔ میں پاکستان میں ہونے والے سیاسی حالات ایم کیو ایم اور میرے خلاف ہونے والے انتقامی فیصلوں کو وجہ سے مجبور ہوا تھا۔ امریکہ آنے کے لیے میرے رکنے کی وجہ یہ ہے جہاں تک میرے پیشے کا سوال، میں یہاں غیر یقینی صورتحال کا شکار تھا کہ مجھے کتنے دن یہاں رکنا ہے لیکن اسکے باوجود میں نے یہاں پر اپنی "پی ایچ ڈی" کی ڈگری مکمل کی ہے۔

سیکرامینٹو یونیورسٹی سے پبلک ہیلتھ کیئر مینجمنٹ میں اس بنیاد پر مجھے یہاں کے چند تعلیمی اداروں میں پڑھانے کی آفر آئی ہے۔ جواب میں اس پر غور کر رہا ہوں۔

طارق صدیقی: شادی زندگی کا اہم موڑ ہے۔ قائد تحریک الطاف حسین بھی شادی کر چکے۔ اس سلسلے میں آپکا کیا ارادہ ہے.....؟

خالد مقبول صدیقی: میں اس آسمانی فیصلے کو ہاتھ میں لینا نہیں چاہتا۔ انتظار کر رہا ہوں کہ شاید اللہ کوئی فیصلہ اتارے۔ 1990 میں میں نے اپنی تعلیم مکمل کی تو چند ماہ بعد میں رکن قومی اسمبلی بن گیا تھا اس سے پہلے بھی میں APMSO کا چیئرمین تھا۔ اسکے بعد زندگی نے مجھے کبھی پلٹ کر دیکھنے کا موقع نہیں دیا۔ اگر شادی کے لیے کوئی موقع ملا تو اس سے مستفید ضرور ہونگا اور اسے "لاٹو" سمجھوں گا۔ بہت شکریہ

> پاکستان میں اسٹیبلشمنٹ کو پورے ملک پر قبضہ کرنے کے لیے دو چیزوں سے خطرہ تھا۔ ایک بنگال کی Quantity سے (تعداد سے) اور دوسرا ہندوستان سے ہجرت کرنے والوں کی Quality سے

> ہندوستان میں آج تک کسی بھی شکل میں جمہوریت اسلئے ہے کہ وہاں سب سے پہلے جاگیردارانہ نظام کو ختم کیا گیا تھا۔ ہم دنیا کے ان ایک یا دو بدنصیب ملکوں میں ہیں کہ جو اٹھارویں صدی کے اس "آؤٹ آف ڈیٹ" نظام کے ساتھ ابھی تک چل رہے ہیں

> کے بعد ایم کیو ایم نے یہاں کے جو حکمران ہیں، جو پالیسی ساز ادارے ہیں، وہاں جا کر بات کی ہے۔ اپنی گزارشات سامنے رکھی ہے، پاکستانی عوام کا صحیح امیج بتانے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کی اکثریت اعتدال پسند ہے، وہ مذہبی انتہا پسندوں پر مشتمل نہیں ہے۔ ان تمام پالیسی ساز اداروں کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ان کو یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جسکی وجہ سے ایک چھوٹی سی اکثریت نے پورے پاکستانی عوام کے تشخص کو مجروح کر کے رکھا ہے۔ وہ کس طرح اپنی اجارہ داری قائم کر رہی ہے۔ جب تک ہم برائی اور خرابی کی جڑ تک نہیں پہنچیں گے، یہ ساری باتیں ہوا میں کی جانے والی باتیں ہیں

> میں ارادتاً امریکہ نہیں آیا تھا۔ میں پاکستان میں ہونے والے سیاسی حالات ایم کیو ایم اور میرے خلاف ہونے والے انتقامی فیصلوں کو وجہ سے مجبور ہوا تھا۔ امریکہ آنے کے لیے میرے رکنے کی وجہ یہ ہے جہاں تک میرے پیشے کا سوال، میں یہاں غیر یقینی صورتحال کا شکار تھا کہ مجھے کتنے دن یہاں رکنا ہے لیکن اسکے باوجود میں نے یہاں پر اپنی "پی ایچ ڈی" کی ڈگری مکمل کی ہے۔

> پاکستان کی جو دو بڑی سیاسی جماعتیں ہیں، وہ مارشل لاء کے ہی گود میں پیدا ہوئیں۔ انکی سیاسی تربیت اسی دور میں ہوئی ہے۔ پاکستان میں تو ابھی تک صحیح سیاسی جماعتوں کو پنپنے ہی نہیں دیا گیا ہے

> کراچی کے تعلیمی ادارے ایک زمانے میں یرغمال تھے۔ جب کراچی میں شعور پھیلا اور باشعور نوجوانوں نے یرغمال تعلیمی اداروں کو آزاد کرانے کے لئے کوشش کیں تو تشدد ہوا اور جب تشدد کے خلاف مزاحمت کی گئی تو اسکو دہشت گردی کہا گیا

> پاکستان میں ایک ٹرائیکا ہے جو کہ حکمرانی کر رہا ہے۔ جس میں Establisment یا فوج جاگیردار اور ملا، یہ تینوں موجود ہیں۔ پاکستان میں جاگیردارانہ نظام کس بھی طرح سے نظام تعلیم کو فروغ نہیں دینا چاہتا۔ تعلیم اس کے لئے "زہر قاتل" ہے۔ اسلئے جب جہالت عام ہو تو مذہبی جنونیت خود ہی پروان چڑھتی ہے۔ پورے اسلام کا تشخص خراب ہو رہا ہے۔ اس جہالت نے جو جاگیردارانہ نظام کے طفیل ہمارے ملک میں ہے، ایک طرف بے روزگاری غربت پیدا کی ہے، دوسری جہالت خود بڑی لعنت ہے

> پارٹیوں کا احتساب عوام خود کرتی ہے اور اگر خالص جمہوریت ہے تو ہر الیکشن سیاسی جماعتوں کا احتساب کرتا ہے۔ جہاں پر پہلے سے فیصلے تیار ہوں، وہاں کس کو احتساب کا ڈر ہوگا؟ اب آپ اس بات پر غور کریں کہ جب ایک ملک کا حکمران ہوتا ہے اور اپوزیشن اس حکمران پر کرپشن کے بڑے بڑے الزامات لگاتی ہے اور پھر اسکی جگہ خود آ جاتی ہے تو ان الزامات پر وہ شدت نہیں رہتی جو وہ لگاتی رہی ہے۔ ان الزامات پر وہ شدت نہیں رہتی جو پہلے رہی کبھی بھی ہٹنے والے حکمران کو سزا نہیں ہوتی کیونکہ سیاسی ٹولہ عدالتوں کو مضبوط ہونے نہیں دیتا انکو یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں کل انکی بھی باری نہ آ جائے